رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A. 785



M. D. Khan Artist — ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپکر شائع ہوا — Dobnan Lucknow

قیمت فی پرچہ ۲ر

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اس وجہ سے کہ ڈاک کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپکے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چہ منت کے اور مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ الخیر شاً البلاغ بس۔ بندہ پرور ایک مشہور کیتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا بھی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ پچھے سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف تہذیب ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیہ صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ مینیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہر ایک خریدار کی رسید لگانی زیادہ مشکل مینیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں مینیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور ان کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۳ نمبر ۴۲

مضامین غیر

۱۰ نومبر سنہ ۱۹۲۸ء

شاعری و تفریحات پنچ

(کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے)

کیوں مری جان وہ کیا زمانہ تھا (۱) میرا سر تیرا آستانہ تھا
روز ملنے کا اک بہانہ تھا ہر گھڑی عشق کا فسانہ تھا

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ بے شک قانون حال میں مداخلت بیجا کی دفعہ موجود ہے۔

جب اندھیرا جہاں میں چھاتا تھا (۲) چھپ کے میں تیرے پاس آتا تھا
تجھکو آہستہ سے جگاتا تھا تیرا سب جسم کانپ جاتا تھا

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ آسائش میں خلل اندازی بھی علاوہ اختیاس ۔ اور شوریت جرمانہ بھی کرنگی۔

ہائے کیا دن تھے اور کیا راتیں چھپ کے ہوتی تھیں جب ملاقاتیں
آہ وہ حسن و عشق کی گھاتیں ہوتی تھیں رات رات بھر باتیں

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ دن رات دونوں نہ بدلتے ہیں نہ بدلیں گے ۔ ہاں جسمانی قوت کی آزمائش فرمایئے اگر وہ بحال ہے تو دن وہی ہیں جو تھے

کیا مری چال دل لبھاتی تھی کس مزے سے قدم اٹھاتی تھی
اور جب تجھکو دیکھ پاتی تھی وہیں شرما کے بیٹھ جاتی تھی

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ شرم و لحاظ بیکار دستور ہے ۔ لہذا نہ شرم آئے گی نہ دن آئینگے۔

اف وہ شانے وہ زلفیں بل کھائی وہ جوانی کا سن وہ رعنائی
آہ وہ صبح و شام یکجائی ہائے وہ صحبتیں وہ تنہائی

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ زلفیں بار بعد وضع تھیں قینچی کی نذر ہوئیں ۔ اب رات کی رسم نہیں رہی۔ وہ شب نذاوری ۔ دن ہی دن ہے۔

کبھی تیوری تری چڑھا لینا وہ کلائی کبھی چھڑا لینا
کبھی کچھ ہنس کے منہ چھپا لینا کبھی شرما کے سر جھکا لینا

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح آئین شاہ بازی کا تازہ ایڈیشن ملاحظہ طلب ہے ۔ جواب اسی سے ملیگا۔

منہ میں وہ خمار کی باتیں دل کے صبر و قرار کی باتیں
عشق بے اختیار کی باتیں چپکے چپکے وہ پیار کی باتیں

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ آئینہ کے دیکھیے اگر سر ملاحظہ پر کافوری بالوں کی جھائیں اور گال کی رقص پر شباب کا نقشہ آ آئیں گے اور ضرور آئینگے۔

آہ وہ تیرے حسن کے جادو جس کے جلووں سے دل تھا بے قابو
اف وہ تیرے کھلے ہوئے گیسو ہائے تیری ردائی کی خوشبو

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ ردائی کا رواج پھر ہو جائے خوشبو کوئی مہنگی شے نہیں۔

کیا ہوئے آہ اب وہ سیل و نہار کیا ہوئی وہ مرے چمن کی بہار
اب نہ وہ رشتہ ہے نہ اب وہ خمار خشک سالی کی نذر ہے گلزار

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ کیا چمن موجود ہے؟ اگر ہے تو بہار آج نہیں دو چار دن بعد آسکتی ہے۔

مجھ سے کوئی اگر ہوئی ہے خطا بخش دے اس خطا کو بہر خدا
رسم زہاگر ہوں غلام ترا مجھ کو للہ دے جواب اسکا

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ زمانہ حال کی تہذیب میں رحم ایک اخلاقی کمزوری ہے ۔ لہذا جواب نفی ہے۔

کب تلک آخر دل کی پامالی تو نے ملنے کی کیوں قسم کھالی
راتیں اب بھی تو آتی ہیں کالی ہوں لاکھ میرے گیسوؤں والی

کیا وہ دن پھر کبھی نہ آئیں گے

تفریح ۔ بجائے نیشن کا حوالہ یا کسی کی طرف نسبت دینا گستاخی ہے ۔ پرسنل ایک دفعہ ۰۰ د تعزیرات ہند۔

خواجہ حسن خاں شاد ملیح آبادی

چودھویں صدی

رشید کا گول کمرہ سعید کا داخل ہونا

سعید ۔ کمرہ میں داخل ہو کر بھائی رشید سلام علیکم۔

رشید ۔ وعلیکم السلام آیئے ۔ (سعید کرسی پر بیٹھ گیا اور رشید کچھ سوچنے لگا)

سعید ۔ (تھوڑی دیر ٹھہر کر) اچھا بھائی رشید سلام علیکم اب اجازت دیجیے۔

رشید ۔ ایں کیا آتے کیا چلے؟

سعید ۔ جی ہاں ۔ الحمد للہ انشاء اللہ آج سے آپ کے یہاں آنے والے پر تین حرف۔

رشید ۔ آپ بھی اکو دم خاندانی ہی نکلے ۔ بیٹھے بیٹھے کیا خیال آگیا معلوم ہوتا ہے کہ آج کسی نے جو کہ میں مراقبہ کے ساتھ اپنی بری آل تعزیہ کا بیڑہ غرق کیا؟

سعید ۔ تیر مزاج بالائے طاق رکھیے ۔ میں آپ کو اپنا دوست سمجھ کر آتا ہوں اور

آپ میری کوئی عزت نہیں کرتے۔ یہ باتیں میں دو تین روز سے دیکھ رہا ہوں کل بھی میں آدھ گھنٹہ بیٹھا رہا اور آپ کا منہ گویا سا پھولا رہا۔

رشید۔ بارے ماموں کی تسبیح پڑھو تم کیا نہیں جانتے کہ دنیا کا برا برتاؤ دیکھ کے مجھے اپنی زندگی وہ بھر ہو گئی ہے۔ شہر کا اندیشہ تو بیکار دیتا ہے۔ دوست بھائی بھلا ہم تم سے خفا ہو سکتے ہیں۔ ایسا خیال تم کو اپنے دل میں جگہ نہ دو۔

سعید۔ میں تو سمجھا تھا کہ اب آپ کی دوروں میں وہ بات مسٹر بیگ کی صحبت زیادہ جچنے لگی ہے آپ صحبت کے عادی ہو گئے مقطع بھلا اب ہم رندوں کو آپ کی صحبت میں کیا کام؟ سے کہنے لگے یہ منکر انتہا چاہ ارے بیکھیں ایک جن ہوں منسوب اور تو ہے مقطع بیٹر روا نہیں اچھا اب یہ بتائیے کہ وہ کونسی فکر ہے جس نے آپ کا دل خرم کر دیا؟

رشید۔ بھائی سعید دیکھو سننا نہیں گیا تم نے ماموں بھانجے کا مقدمہ بازی کا اب تک نہیں سنا مگر کچہری میں دن رات رہتے ہو۔

سعید۔ ارے لاحول ولا قوۃ تم نے بھی کس مقدمہ کا نام لیا۔ ارے میں تو جو سنتا ہے معمولی سمجھتا ہے۔ پھر اس قسم کے واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں تم کہاں تک کڑھو گے۔ دنیا تمہارے افسوس کی پروا نہیں کرتی۔

رشید۔ مگر اس سلامی ہمدردی کا بھی کوئی شے ہے؟

سعید۔ فیصلہ میں کمال تو وہاں ہی ہونا مقدر نیرنگ ہے مگر اس مقدمہ کے اسباب کیا ہیں؟

رشید۔ اسباب بہت ہیں کہاں تک بیان کروں۔ بظاہر ماموں اس بات پر خفا ہیں کہ بھانجے نے محنت کی اور مقدمہ جیت لیا۔ مگر مقدمہ بازی خود رسوائی کی جڑ ہے۔ اسکے علاوہ تمام گھر کی زبان سے زیادہ بھانجے کی زبان۔ قسم ہے۔ بیچارے پروا نے اجازت

اس نے فکر اپنی جان بچانے کے واسطے دیوث کہا اور سلام۔ مرحوم خود درویش ہو گیا اور کہنے لگا خاک کھاؤں دھول کھاؤں کیا اپنے بھانجے ہی کو کچا نہ کھاؤں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ماموں کا زبانی رشتہ شکر و پنے خوراک سے ہاتھ اٹھا یا ایک یہ وقت ہے کہ ماموں بھانجے پر زمان ستم تیز کر رہا ہے ہائے زمانہ۔

سعید۔ سچ ہے بھائی سچ اب یہی زمانہ ہے۔ سانپ کو بھی لوگ ماموں کہتے ہیں حالانکہ وہ بھانجوں پر کچھ

خوشی تو اب کیوں ہو۔ دیکھو لکھنؤ میں ماموں بھانجوں کی قبر کے نام سے ایک محلہ آباد ہے۔ غیرت کا لحاظ ہوتا تو یہاں بھی دو قبریں یا ایک ہی اس فتوے کے ہوتیں۔

سعید۔ خیر غنیمت ہے کہ جن صاحب کے اجلاس پر یہ مقدمہ ہے وہ نہایت منصف آدمی ہیں وہ کسی کی رو رعایت کی پروا نہیں کرتے شریف اور معزز خاندان کا پتہ ہے۔

رشید۔ ہاں بھائی یہ بھی اچھا ہوا۔ کہانیوں میں اکثر سنتا ہے کہ ایک شخص کا ایک بڑے سے سامنا ہو گیا تو

تانی رہتا ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ اس میں رنگیلے صاحب نے بھی حصہ لیا ہے۔

رشید۔ جی ہاں انہی رنگیلے صاحب میں اور دوسرے لوگ بھی ہیں۔ مگر کچہری سے نہیں پہنچا اگر ادھر آ گئے تو پھر سے وہ تماشہ بیان کرنے کا ہے جانتا یہ خیال ہے کہ جب تک وقت ہے اس بیچارے کو بھانجے کے کوئی گنتی تو نہیں فریب میں۔ مگر وہ بھی بہت دلاور سے منقلب ہے اسکے علاوہ میرے پر پریشانی کے آثار باطل نہیں تھا۔

سعید۔ وقت قریب آ گیا انشاء اللہ اب کل صبح آؤں گا آپ سے اس مقدمہ کی پوری معلومات حاصل کروں گا۔ مجھکو بھی اس مقدمہ سے دلچسپی ہو گئی مگر آپ کی طرح بندہ ایسا مشغول نہیں کہ دوستوں کو بھول جائے۔ سلام

(باقی آئندہ)

خواجہ حسن شاد شیخ آبادی



بچوں! اندر وہی عزیز مست ہے

افسانہ عزیزہ و عزیزہ

تتمہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۰ء

نمبر ۳

شعر مذکورہ کے بعد آپ ہی نے ایک شعر دو کو ماجرے حکایت میں لیں ہے

وقتیا لارباب النعیم نعیمھم
وللعاشق المسکین ما یتجرع

دامیرے کو عزت دار یاں گو دا ہم تی بیچ سے عاشق کو زر و خستہ کے کلاوت کے لیے گرفت مبارک۔ خط عاشق نذر کو حومت دونوں کے واسطے یکساں بغیر علامت نامیت پڑھائے ہوئے مستعمل ہوتے۔ ان اشعار میں اختلاف روایات تو بھی یہ شعر قابل ہیں اپنی جانب ساروں کی غلطیاں گنوانے کے شوقیہ دار بڑا اپنی دم پر جائیں راوی غریب عزیزہ اپنے شکریہ کو سوات کی نقل میں شعر کے ذوق نہیں ہوئی بیان ہوئے تھے اتنی جا نکلو سادہ لوح مریں اور بے پروا ذرہ

کے آگے رونے اپنی آنکھیں کھوئے ہوئے جو کچھ دل پر جو کچھ گزرنے والی تھی گزر رہی ہے اسنے بولنے نہیں کھولے جب میاں عزیز نے اس روالہ مختار شیطان کی خالہ کے سامنے رخصت کے وقت آخری شعر پڑھا تو اس نے دور سے بھانپ کر لی بات کا فوراً اور دریافت کیا کہ اس شعار کی زبان بھانجی تمہاری کون ہوتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا بچپا کی لڑکی۔ روالہ بولی بے خبر وہ مل بسی۔ ہائے مجھے خدا کی مار معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیری عاشق تھی۔ پہلے سے نہ کہا جس اسکے احسان کا بدلہ کر لی۔ افسوس تو نے بہت ظلم کیا۔ میاں عزیز نے بیان کیا کہ وہی تو تمہارے اشاروں کا مطلب مجھے سمجھاتی تھی۔ ورنہ میں بے سمجھا تیں کیا جانوں۔ روالہ اسقدر روئی کر روتے روتے آنچل بھیگ گیا۔ یہ گھبرائے ہوئے گھر پہنچے تو کہرام مچا ہوا تھا۔ محلے والے روتے پوچھنے تھے کہ مردہ آخری نیاز تھی۔ حلوا کا فوری کی روح فرسا خوشبو مہک رہی تھی۔ دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی عزیز کی ماں نے ڈانٹ بتائی:۔

دا شاد ہی تیرے بیچے نکلنا چھپے خدا تجھ سے سمجھے ہیں عزیزہ کا خون تیری گردن پر ہے خدا معلوم اسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا کہ وہ یوں گھل گھل کے مرگئی۔ دیکھنا قیامت کے دن کیا حال ہوتا ہے۔ تین روز تک سوگ منایا گیا رنگ قبر پیتا تھی پڑتے رہے۔ میاں عزیز کے دل پر تھوڑا سا اثر ہوا تھا تین دن میں جاتا رہا چوتھے روز نہا دھو کے آئینے میں صورت دیکھی خوشبو میں کپڑے بسائے قصد کیا کہ روانہ ہوں ماں نے خبر لی۔ اودھر آ میری ایک بات سنتا جا۔ بیٹا تو کہیں آخر بلا گیا ہے رات کہاں بسر کرتا ہے۔ اے کیسی بھی تھی کہ جان جہاں سے گئی چپکی چل بسی۔ بھرے اے عزیز شک کے بھرنے کو بھی نہیں آم ان نے جھنجلا کہا مجھے کچھ بھی نہیں کا حال قصاص کے دن معلوم ہو گا۔ میں عزیزہ سے حال پوچھتی رہی مگر اس نے کچھ نہ بیان کیا۔ اب تجھ سے پوچھتی ہوں تو کچھ بھی نہیں کہتا خیر جہنم میں جا مگر عزیزہ مرتے وقت وصیت کر گئی ہے کہ عزیز روز کہیں جاتا ہے جب وہ حسب معمول جانے پر آمادہ ہو تو اس سے کہدینا کہ میں نے اپنا خون تمہیں معاف کیا۔

رہا ہوں ہے آخر ایک دن مری۔ تم بہت بیچتے ہو تمہیں اچھا نہیں خیر کیا یاد کرو گے میں نے تمہیں ظالم کے پنجے سے بچا ے رہی ہوں صبح کو رخصت کے وقت یہ وہ سکہ کہدینا تمہارے کام آجیگا۔ وہ ایک بہر نرہ بیٹا بھی دیتی گئی ہے مگر میں تمہیں اسوقت دونگی جب تم اپنے کیے پر پچھتاؤ گے انجام کا عزیزہ پر آنسو بہاؤ گے ۔ وصیت سن کے میاں عزیز چلتے ہوئے ؎

اسے دل چہ سود گفتن وعظ
نرود میخ آہنی در سنگ

روالہ نے آڑے ہاتھوں لیا چار دن غائب رہنے پر بگڑی جھنجلائی میاں عزیز نے اپنی رام کہانی سنائی پھر اسکی وصیت کا حال بیان کیا کہ مرتے وقت تمہیں پیام دے گئی ہے الوفاء ملیح والعہد قبیح ۔ وفاداری اچھی ہے اور بے وفائی بری۔ یہ کلمات سنتے ہی روالہ دھاڑیں مار کے روئی ہاتھوں کے بچا کی بہن تو وفا کی پتلی تھی جان پر کھیل گئی عشق کا نباہ مشکل ہے اے جو پہلے سے حال معلوم ہوتا تو میں بھی اس احسان کا عوض اتارتی اب مجبوری ہے تیرے معشوق کی جان بچ جائے گی گو یہ بڑا کا ڈر ہی ہے کسی نہ کسی آفت میں اپنے تئیں پھنسائیگا۔ کیے کی سزا پائے گا۔ خیر مرے کے خیرات کے سوا اور کوئی چیز فائدہ نہیں پہونچاتی۔ جب تک زندہ ہوں تیری قبر پر آنسو بہاؤں گی فاتحہ پڑھونگی۔ بہ میاں عزیز لی مجھے اپنی منگیتر کی قبر دکھا دو۔ یہ کہکے تو دو اشرفیوں کا ساتھ لیا۔ راستے راہ میں عزیزہ کا نام لے کے محتاجوں کو تقسیم کرتی رہی پھر مدار لیا کے کچی قبر پر حظیرہ بنوایا قبر پہ یہ اشعار اپنے ہاتھ سے کندہ کیے ؎

مررت بقبر دارس وسط روضۃ
علیہ من النعمان سبع شقائق
فقلت لمن ذا القبر جاوبنی الثری
تأدب فہذا القبر برزخ عاشق
فقلت رعاک اللہ یا میت الہوی
واسکنک الفردوس اعلی الشواہق
مساکین اہل العشق حتی قبورہم
علیہا تراب الذل بین الخلائق

دانۂ ہست قصور ... روضۃ
یا سقیتہا من دمع المشتاق

رہا مسل شعار ہے کہ دار ایک پرانی قبر کا درخت ہیرا گرد ہوا جس پر سات پھول لاسے اگے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کس کی قبر ہے خاک نے جواب دیا باادب باش یہ قبر ایک عاشق کا مسکن ہے۔ میں بولی کہ اے کشتۂ محبت خدا تیرا نگہبان ہو اور تیرا درجہ بلند کرے اے بیچارے عاشقوں کی قبر پر بھی بیکسی اور ذلت برستی ہے کاش میں ایک باغ لگانے کی فرصت پاتی اور لگا تار آنسوؤں کی جھڑی سے سینچتی رہتی۔ اس انتظام و اہتمام کے بعد روالہ شیطان کی خالہ اپنے دیوانے میاں عزیز کی جانب متوجہ ہوئی کہ مجنوں میاں اتو کی دم فاختہ تم ابھی سلطے ہو کچے پوٹے سے زردک کی بو آتی ہے۔ آج کی بات یاد رکھو عزیزہ تمہاری عقل کے قفل کی کنجی تھی وہ تو کھو گئی اب میں اپنے دل کا حال کہتی ہوں کہ خبردار میرے شوہر کے سوا کسی دوسری عورت کا منہ نہ دیکھنا ورنہ پچھتاؤ گے سزا پاؤ گے میں بظاہر تم پر سو جی تھی مگر درحقیقت تمہارے مرنے کی فکر میں تھی۔ اب حال دگرگوں ہے عزیزہ کی وصیت پوری کروں گی مروں گی اپنے کیے کو بھرونگی جب تک تم میرے ہو کے رہو گے کوئی رنگ نہ ہو گے عورتوں کے فن فریب سے تم ناواقف ہو اگر دوسری کے چنگل میں پھنسے تو ہاتھ سر پر رکھ کے روؤ گے۔ دیکھو جانا نہ دیکھا آنے میں کوتاہی نہ کرنا۔ اس روز سے میاں عزیز کا معمول ہو گیا دن بھر گھر میں رہتے شب کو روالہ کی خدمت کرتے وہ بھی ماں کی طرح شفقت سے پیش آتی آنچل کی آڑ میں دودھ پلاتی۔ صبح شام یہی کام رہ گیا نہ ماں کی خبر نہ باپ کی پروا۔ مدت تک یہی حال رہا میاں عزیز کھا پی کے دانہ فوری کے بکرے ہو گئے۔ ایک مرتبہ شام کا وقت تھا نہائے دھوئے۔ گھر سے دو چار جام شراب کے چڑھا کے بر چلے تو نشے کی ترنگ میں راہ بھول گئے یہ تو انکی قدیمی عادت تھی جس کوچہ کا نام کوچۂ غریب ہے چونکہ مشہور ہے مگر ناواقف اصل میں کوچۂ قریب کیا ... کوچہ ... تنگ ... نہ محل تھا اسکا فیل ... دروازہ کھلا ایک ... خوشنما ...

کی نانی جگ کی ماں جگت کی خالہ ہمشیرہ کی مادہ ظاہرًا کی بہن ہاتھ میں شمع لیے نکلی اور کاغذ سامنے بڑھا کے بولی ہائے میاں تم کچھ پڑھنا بھی جانتے ہو؟ اوہو نے کاغذ ہاتھ میں لیا۔ لکھا تھا کہ سب خیریت ہے دو شوق کو سلام پہونچے مضمون سُن کے بڑھیا خوش ہوئی اور دروازے کی طرف پلٹی۔ میاں پیشاب نے دورہ باندھا میاں عزیز بولا ہائے دروازے کے پیچھے چشمہ بہانے بیٹھے ہی کہ بند کچھ بندھا کھلا تھا کہ وہ لفافہ پھر آئی اور گی پھیل لائی کہ صاحبزادے ذری اندر چل کے خط کا مضمون کاتب کی بہن کو سنا دو۔ وہ غریب بھائی کے فراق میں تڑپتی ہے۔ محبت اور بدگمانی توام ہے اسوجہ سے میرے لکھنے پر یقین نہیں کرتی۔ جانتی ہے کہ میں بہلاتی پھسلاتی ہوں خط کا مضمون اپنی طرف سے گڑھ کے سناتی ہوں۔ میاں اپنی جوانی کا سکہ دیکھو دو قدم چل کے ایک مصیبت زدہ کے دل کو ڈھارس دو ثواب ہوگا۔ الٰہی ایک ایک روئیں میں ہزار ہزار دم جوانی کا سکہ دیکھنا نصیب ہو میاں عزیز الٹا رستہ لگڑے پھاٹک کے پاس آئے۔ پھاٹک ایک ڈیوڑھی کا بنا تھا جس کے ذریعے سے کھلتا بند ہوتا تھا عزیز نے کھڑکی میں منہ ڈالا پیچھے سے بڑھیا نے چوتڑوں میں ادائے وہ کرارا دھکا دیا کہ خدا کی پناہ میاں عزیز اندر کی طرف گرے۔ ابھی اچھی طرح سنبھلے نہ تھے کہ دروازہ بند ہوا اشرفی قفل کے جکڑنے کی صدا آئی بڑھیا نے فارسی میں کچھ کہا جسے میاں عزیز تاک نہ سمجھے شاید اُس نے کہا ہو کہ لو بی بی کڑکی میں اُلّو پھنسا بڑھیا کی آواز پر ایک قبول صورت نک شاک سے درست جوان جہاں لڑکی آستینیں چڑھائے شلوار زانوؤں تک اوپر کھینچے۔ سنگ مرمر کی سی پنڈلیاں کھولے چھم چھم کرتی نکلی دروازے کے پٹ سے لپٹ کے کھڑی ہوئی بڑی بی سے دریافت کیا کہ یہی حضرت خط پڑھنے آئے ہیں وہ بولی ہاں کاغذ کا پرزہ اس شہکارہ غلام پارہ کے ہاتھ میں تھا عزیز کو حکم ملا کہ میاں ہو گئے بزم رقعہ پڑھو پڑھے گئے وہ پیچھے ہٹی۔ جب میاں عزیز دروازے کے بالکل قریب پہنچ گئے تو وہ اسقدر پیچھے سرک گئی کہ انھیں قدم دہلیز کے اندر رکھنا پڑا۔

اب آؤ تو جاؤ کہاں پھر بڑھیا نے شہزوری دکھائی دھکا لگا کے انھیں اندر ٹھیلا باہر سے زنجیر چڑھائی۔ لڑکی آ ہاتھ نہ آیا بیگم صاحب چیل کی طرح جھپٹ پڑیں بوسوں کے ڈھیلے غضب شربت حسن کے کاسہ پر دھڑا دھڑ میں گرنے لگے۔ ایک دو تین گویا شہد کی مکھیاں تھیں کہ کنوں میں گھسیں اور ڈنک پر ڈنک لگانے لگیں گال یہاں تک سوج گئے کہ گلاب سے تنتنا اور سیب عناب ہوئے سرخ پھول کے رنگ آب ہوئے۔ شہزور پہلوان ان باریک بازوؤں کے زور پر قربان پسلیاں کڑکڑنے لگیں اتنا بھینچا۔ لبہائے شکریں سے گلابی رس یہ نکلا اتنا سینچا۔ آمد تھی سخت تھی کہ میاں عزیز کو ہوش سنبھالنے کی مہلت نہ ملی۔ مارے ڈھکیلے ایک دو تین سات زینے بے خودی کے عالم میں طے کیں سانس پھول گئی۔ پھر تھی کشادہ دیر اپنے تئیں پایا جسکی صفائی پر طور نثار میاں عزیز کے حواس درست نہ تھے بیگم قریب تھے چیخ کے کہا آنکھیں کھولو حواس میں آؤ زیادہ نہ بوکھلاؤ مجھے دو باتیں کہنی ہیں ان میں سے ایک قبول کرو۔ سنتے ہی زندگی چاہتے ہو تو بندی سے وار مدار کرو نکاح پڑھواؤ ورنہ خنجر حاضر ہے گردن جھکاؤ بہت رنڈوں والا مردار سے مزے اڑائے اب اس بندی کا حق ہے۔ چار پہلے ایک سال سے بندی تمھارے فراق میں انگاروں پر لوٹتی ہے اور وللہ لگوڑی مجھے جلا کے مزے لوٹتی ہے ؎

قسم بعشق تو ہرگز نمی تواں زد دم
کہ کشتۂ تو شود دیگرے و من زندہ

میاں عزیز نے پہلے تو انکار کیا مگر جب دشنے و فولاد کی دہشتاں آوارگی و عزیزی کی شتابی اور دوا مکاری کے عذاب سے ڈرایا تو یہ بھی نرم ہوئے بیچارے کرتے ہی کیا۔ بندھا خوب مار کھاتا ہے۔ پھر یہ دوسری خوبصورت معشوقہ قول سے آخر تک حال سُن کے بولی کہ اللہ اب میں سمجھی تمھاری عافیت اسی میں ہے واللہ صبح کے منتظر سے ہو اور اشتہ بھی عزیزہ کے حال پر گردیدہ شادی کی میاں عزیز اس نسوانی ہمدردی کو تحیر کے ساتھ دیکھتے رہے۔ دو تین دن ہونے کے بعد انھوں نے کہا

کہ اب بھی تو آؤ اُس کشتی کی کجی سے اپنی جان بچاؤ خدا جانتا ہے وہ ایسی بیرقہ سنگدل چھنکی ہے کہ سینکڑوں خوبصورت جوانوں کو اپنے پہلو میں سلا کے خاک میں سلا چکی ہیں بڑے بڑے کا پیچ نہیں آغوش گور ہے۔ میں خدا سے دعا مانگتی تھی کہ ایک ہی شب کے لیے تم مل جاؤ تو دل کی حسرت نکالوں بارے شکر ہے کہ دعا قبول ہوئی کان کھول کے سُن لو کہ یہاں کسی چیز کی کمی نہیں مرغ دل کی طرح سے کترا دو۔ پینے اور کھانے کے لیے جو کچھ موجود ہے پیو اور کھاؤ۔ دل بہلاؤ۔ جب انشاء بس مردار نے تالی بجائی پردے ہی دامن سے پکڑ کے کہا۔ بڑی بی دیر کس بات کی ہے۔ بڑھیا تالی کی آواز پر دوڑی ہی آئی تھی اور گواہوں کو ساتھ لائی پردہ پڑا۔ جھٹ پٹ نکاح پڑھا گیا مہرنامہ تیار ہوا بیگم نے سکہ حد کے اسی قرار پر کہ قبول کیا ہے کہ تکیہ کے دس ہزار روپیہ علاوہ مہر ہے میرے ذمہ میں مہر تصدیق ثبت کی اور قیس سے کہ چپ چاپ ہٹے۔ زبردستی کی چوری نے انگڑائی لی اور کہا گئی شرع میں شرم کیا ہے کی؟ لکھو میاں عزیز میں بی بی ہوں تم شوہر جو حرام کرچکے اب حلال کرو کشتی بچی کا خیال کرو غرض بام و در کی نے رشتے جوڑا دنیا نے منہ موڑا۔ صبح کو میاں عزیز نے چلنے کی ٹھہرائی جورو مسکرائی۔ پھاٹک میں تیلا قفل پڑا تھا کھسیانے ہو گئے پیچھے جورو بولی جانا ہو تو جاؤ بیٹھے کیوں رہے بندی کوئی بیوقوف نہیں جو جیتے جی بغیر کے چھوڑ دے پر بھی نہ گھبرائے یہاں سال میں ایک دفعہ دروازہ کھلتا ہے ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے کے بعد پھر بند ہو جاتا ہے مکان وسیع ہے سبزی ترکاری گھر ہی میں پیدا ہوتی ہے۔ گوشت کے لیے جانور بندھے ہیں لونڈی غلام سب کام انجام دیتے ہیں۔ اب بارہ مہینے تک انتظار کرو تھیں۔ پھر جو مطلب ہو ہم اور تم ہو دونوں ایک ہی ٹاپے میں بند ہیں نکلنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میاں عزیز سال بھر تک اسی پنجرے میں بند رہے اس مدت میں ایک بچہ بھی نکلا جب دوسرا برس شروع ہوا تو چھٹکے کی صدا کان میں آئی طبیعت آزادی پسند ہوئی کے نکلنے کا قصد کیا جورو نے دامن تھام کر کہا



"خاص نمبروں کی گٹھری تسخیر قلوب کی ہانڈی کھلی اور مٹھی بند"

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را
اس ہانڈی سے محتاجوں کو دو اُو خدا را

جو صاحب ہماری عطارہ یا عطر والوں کے درست صحیح پتے حافظ سیٹھ محمد رفیع صاحب باہر غ لکھنؤ کو دینگے ان کو ۲ ماشہ عمدہ عطر مفت روانہ ہوگا۔

پہلے قسم کھاؤ کہ شام ہوتے ہی واپس آؤ گا گھر سے
کہیں نہ جاؤں گا ورنہ ربانی سے ہاتھ دھو رکھو ورنہ
پہوات کے منتقل ہو جائے گا پھر بندہ پرندہ مارنے پائیگا
عزیز نے قسم کھائی شروع دن باقی تھا کہ پھر آئے بیچ
مستورہ کا مکان رہ میں تھا دیکھتے کیا ہیں کہ باغ کا
دروازہ چشم منتظر کی طرح کھلا ہے دل میں کہا ایسا بھی
ہے اس مکان سے غائب سیار دیکھوں اب کیا رنگ ڈھنگ
ہے۔ باغ کا میدان طے کر کے مکان میں قدم رکھا سامنے
مستورہ قبہ جان دالو پر سر رکھے بیٹھی تھیں گویا رنگ شبنم
کرن ڈوالوں کی گھنڈی پر بٹھا یا تھا آنکھ سے خون کی چشمی
دریغاب ناک سے آؤں کی ہچکی جاری تھی سسکیوں
ہچکیوں کا مزہ وارجیش عشق کا پتہ دیتا تھا۔ سر جھا و منہ
سیاہ۔ چہرہ اترا۔ آنکھوں میں گڑھے۔ نگاہ چار ہوتے ہی
کہنے لگی خدا کا شکر ہے کہ پھر تمہاری صورت دیکھی سال بھر
سے اسی طرح بیٹھی انتظار کی گھڑیاں گن رہی ہوں۔ دیکھو
عشق اسے کہتے ہیں مگر تم تھا ماشاء اللہ جان ہو چند جو
نہ ہو سہل نہیں میرے پر دوش ہے کہ کہاں رہتے کیوں
نہ آئے۔ عزیز میاں کو سے آواز سے مجھے حضرت نے
بے گرو کاست ساری کہانی کہ سنائی اپنی زبان سے
اپنی شامت جانی خسر صاحب یہ سنا کر زرد بیٹھ
جانے کی قسم کھائی ہے تو وہ بہت جھنجھلائی جھلائی تھرتھر
کانپنے لگی اور کہا کہ واہ سوئے مجھے بد شگنی کرتے شرم آئی
خیر نکاح دوبارہ ستی ہوا تو میاں اپنی آن پر وار دے گئے ہے
ایسی قسم کیوں کھائی۔ واللہ ہم تو لیے فراق میں جان
دیں اور کہ ایک شب یہاں رہنے سے انکار کرے اس
منہ کی زبان سے جلدی پھر خشے نہ تھا جاتیری اسی میں
کی مانوست اس کوئی ہے؟ میاں تو آتا فدوی رسی اور
کرتا تا آتا۔ آؤ اس ایک ذرہ اس بارہ کنیزیں رسی کا
چھوڑا اور نادیانہ نے کہ سر پر نازل ہو نیں کشتیں کہیں
اور پڑنے لگا کوڑا دار و ق تاؤ ق سے ناشدنی تیری ہی
شرارت ہے حسن پیدا ترا تا ہے اب دیکھوں میرے
ہاتھ سے کون بچاتا ہے۔ کوڑا الگ بچے کرتب دکھاتا تھا
اور مکھی ہوتیاں جدا زمر تو ہکال کی و یا نت کر رہی تھیں
وہ منہ پڑی کہ میاں کوشش آیا سلام عشق ہو گئے۔ مگر
وہاں رہم کو دخل نہ تھا نا ز کہ نازک کہ ڈنیاں ٹھکنے کا

نام نہ لیتی تھیں چند ساعت مار کھا نے کے بعد حضرت کو
بہروز ہوا اسی بار تا بلکہ گئے بی بی ماہ وخانہ ملیحہ عقد
فیصیہ اتنا سمجھتے ہی وہ کچھ شرمائی آنکھوں میں آنسو بھرلائی
بولی سچ کہتے ہو تمہارا خون عزیز کی دیست کے بوجب مجھ پر
حرام ہو چکا ہے تمہاری جان بخشی کرتی ہوں مگر یہ تو
کبھی نہ ہو گا کہ تمہاری بی بی بن جاؤں اسیر بے سیر اسیر بندی
عزت ہے۔ پھر ایک کڑھاؤ منگا یا اسمیں تیل کو کھول دیا جب
تیل کھولنے لگا تو ستر منگوا کے میاں عزیز کو جو بچارہ پچھڑا
دو کنیزیں بیٹھنے پر چڑھیں دو نے رانوں پر جلا س فرمایا
دو نے ہاتھوں پر قبضہ کیا دو نے پنڈلیاں تھامیں بیچ
دیا یا خود آستین چڑھا استرا آہ میں کے آگے بڑھی
اللہ ری ہمت کہ شادی کی جڑ نسل کی بنیاد آبادی کی تخم
نشاء زندگی کے چیرنے کی غرض بیک شادہ دست آگی ٹکڑی
بے گھروڑے اب نہ ہو گا بالش نہ بچے گی پالسی بکر گئے
تیل کی دھار اور چند دواؤں کے سفوف سے خون بند
موقوف ہوا۔ میاں عزیز کو بیہوشی سے افاقہ ملا دیکھا
تو زوجہ خانہ کے آہنی پھاٹک میں پڑے تھے۔ بڑھیا

(اجلاس پر حکمی جناب سید ... صاحب بہادر سب جج بہرو ... مقام ...)

سمن برغرض فیصلہ تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۱۰ ۱۹۳۰ء

عدالت دیوانی سب جج مقام بہرو ...

[illegible]

...

[illegible]

غلام رسول ... عدالت ...

[illegible]

[illegible]

پاپل غلاموں کی ورت انھیں اندر لگئی پٹک دیا
گرانھیں فرش پر غش آ رہے تھے آنکھ جب کھلی پھر گلی
تو وہ خواب بھی نظر نہ آیا۔ بلکہ پرانی مستورہ کے دو باغ
انہیں یا د کا گھنٹے کر اپنے گھر کی راہ لی مبیں مقام پر
کھڑے ہو کے عزیزہ کو شکر ادا کی رہیں پر خود گر گئے
بس رو دیں پیچھے سے لگتا ماحال پوچھا۔ علاج معالجہ ہونے
لگا۔ اس غریب کو مردی نامردی سے کام نہ تھا وہ تو
انکی جان کی سلامتی چاہتی تھی شکر کا سجدہ بجا لائی۔
سال بھر انتظار کرتے کرتے باد دحسنت کا پا سپورٹ لے
کے چل بسے تھے۔ واقعہ تازہ تھا مگر میاں عزیز پر سکا
کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ تو عزیزہ کے لیے روتے اور اپنی بے حلاوت
زندگی پر جان کھوتے تھے۔ دنیا کا اختیار ہے اس قسم کے
قصے پر خوشی سنائے یا قصہ بنائے۔ کہانی کی دم لیسی ہے
اور معلوم نہیں کہ مولانا پنچ کے قدردان پڑانے طرز تحریر
سے خوش ہیں یا نا خوش کیا ستی کہ اسیں لئے ورق منتشر ہے
ہے۔ عنقریب تم منکم اور ش مجھے پنچ مراد میاں عزیز
کو ناہ یاد کرو۔ خدا کرے جیسے میاں عزیز کے دن پھرے
ویسے ہی قسمت ہر دوران دنیا کے دن پھریں دعا حقوق محفوظ

والسلام سے

فسانہ برائے خواب گوینہ

زیں قصہ بجشم خواب نا یہ

راقم

او بارہ لنگ

المختصرات

سنا ہے کہ ٹمر ہیولن کے نمائندے مسٹر نیٹ پیارے
موہن صاحب نے سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور کو اپنی
ڈوبی کے انتظام میں نوٹس دیا ہے کہ معافی مانگو
اور دو ہزار روپیہ ایک ہفتہ کے اندر دلاؤ۔ خدا جانے
کس امید پر؟ سیکڑوں تھیلیاں پھٹ گئیں اور دو ہزار
کیسے اگر مار کھوں کو روکوڑیاں بھی نہیں۔ الزام عائد
ہو جاتی ہیں پر جو پیٹ پھٹنے کے بعد بیکار ہو چکی ہیکیوں مگر وہ
تمھی کیوں پھٹ گئی ہے
مسٹر نیٹ انتظار کر دیا کر تو بانے والا اکثر ہے

منافقت کرکے ہم بہر صفت سروروشنا۔ جناب ڈی۔ اے گاسٹی نے کیا کرلیا؟

امیر المومنین حالی جیسی ہمارے پرانے دوست سامی شوکت علی صاحب فرماتے ہیں یہ مسلمان ڈرپوک نہیں ہیں اگر ہندو لڑنے پر آمادہ ہیں تو ہم اسٹارٹ ؎

اگر جنگ جوئی ندارم درنگ

ہم بھی لڑنے پر آمادہ ہیں۔ آؤ ہم التماس کرتے ہیں کہ خدا آپ کو رکھے۔ سب کچھ ہو رہے گا بھی تو ہے ذکر کیا ہم ہے۔ جاہ و دانی سبیل...... حق ابحارہ ہی ہوتا رہا۔ یہی ہوگا۔

لاحول برائے خان بہادران ہند۔ ہم تو گنڈے تعویذ اور دعوام منتر جنتر، فلیتے، دھونی وغیرہ کے قائل نہ تھے مگر خیال غلط نکلا عوارض دماغیہ بھی منتقل ہو سکتے ہیں اور کلمات کے اثر سے بھوت پریت کی طرح انسان بھی بھاگ جاتے ہیں۔ چنانچہ بالفعل تجربہ کیا گیا کہ جس جلسے میں خان بہادر، آنریری مجسٹریٹ، او۔ بی۔ ای۔ آئی سی ایس۔ سی آئی ای وغیرہ ہم جمع ہوں اور آپ کا دل چاہے کہ یہ زندہ آسیب جلسے کے دماغ میں فتور نہ پیدا کرنے پائیں تو فوراً منگا لیجیے ایک کالا تختہ اور ایک عدد چاک تبھی علی منیج کی طرح طہارت نجاست کی کوئی قید نہیں بس لکھ ڈالیے تین دفعہ "آزادی۔ آزادی۔ آزادی" لکھیے اور تالی بجائیے انشاء اللہ ہر ایک بھاگ جائیں گے جیسے بقول ام الحسین کے "تیل تو تیل تو" لکھنے سے چوہے یا اژدھا کی لکڑی سے ڈوئن یا ہینگ اور نیبو (لیموں) گلے میں لٹکانے سے جادو کا اثر یا صدقہ دینے سے بلا یا "و ان یکاد الذین کفروا" پڑھنے سے نظر بد۔

دو نقشیں بہت کم کیا ہوتی ہیں۔ دیکھیے ہمارے دوست مرزا [illegible] حسین ایڈووکیٹ جنرل سکریٹری شیعہ کانفرنس کی اہلیہ محترمہ انتقال کر گئیں۔ صرف ایک ہی نعمت [illegible] جس کا نام ہے تو بھی خدمت [illegible]
[illegible]
[illegible] نجات

خیر یہ اخلاق اور ذہنیت تھیں۔ قوم بہت ترش مزاج ہو گئی ہیں ہے سادہ پیاری بھی۔

افواہ گرم ہے کہ سید جالب صاحب ایڈیٹر ہمدم کے ایڈیٹر ہمدم سے جدا ہونے والے ہیں۔ خبر کسی مجبوری کے ہمدم سے جدا ہونا کوئی عاقل گوارا نہیں کرتا ہے اگر یہ خبر صحیح ہے تو [illegible] کا وجود بھی یقینی ہے۔ سید صاحب نے ہمدم کی خدمت میں بہت پاپڑ بیلے اور اسوقت تک نیکنامی کے ساتھ محنت اور [illegible] ہواؤں کے جھکڑوں میں ثابت قدم رہے ہمدم کا انتظامی بورڈ اس تغیر میں تعزیت کا مستحق ہے۔

قدیم طرز تعلیم کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ایک فن تمام عمر حاصل کرتے ہیں مگر اس کی جہت سے نہیں [illegible] مثلاً منطق کے نصاب کا یہ حال ہے کہ ایک ہی متن کی سیکڑوں شرحیں پڑھیں [illegible] لیکن جب زبان کھولی تو منطقی سقم ہر جملہ میں موجود۔ چنانچہ حال ہی میں مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا دستور العمل ہماری نگاہ سے گزرا۔ کیسے غلط ہے کہ تمام قواعد پر بحث کرے دو ایک جملہ مثل لیجیے [illegible] فرماتے ہیں:-

"ہر مدرس پر پرنسپل مدرسہ کے احکام کی پابندی لازم ہوگی"

یعنی خواہ وہ احکام اغراض مدرسہ سے متعلق ہوں یا جناب پرنسپل کے ذاتیات سے [illegible] اور جناب پرنسپل کو ضرورت داعی ہوئی تو [illegible] اس کام کے لیے نامزد فرمائیں ہر تعمیل فرض ہونی چاہیے۔

دوسری جگہ کیسی ملاحظہ ہو:

"اگر مدرسہ کو علاوہ اوقات معینہ کے دیگر اوقات میں کسی کام کی ضرورت درپیش ہو جائے اور پرنسپل منظور تجویز کرے تو جس مدرس (ملازم) سے وہ متعلق کیا جائیگا اسے پورا کرنا ضروری ہوگا"

یعنے مدرس سے کہا جا سکتا ہے کہ کسی کام سے صرف ایک کام کی ضرورت اسوقت مدرسہ کو داعی ہوئی ہے اور وہ جھاڑو کی خدمت ہے اسلیے کہ مہتر غائب ہے تو آپ ہی فرض [illegible]

صفائی کرنا پھر [illegible] پھر ایک گردش [illegible] صاحب [illegible] صبح سے لے کے دوسری صبح تک مدرس کی [illegible] اور مدرسے کی جان لیکر کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں۔ اسلیے کہ [illegible] ملازم [illegible] مثل حکومت کے ملازم کے دوسرے تمام [illegible] نہیں کر سکتا ہے ۲۴ گھنٹے مدرسے کے ہاتھ فروخت کرچکا ہے۔ اسلامی شرع کہ [illegible] قواعد کے اعتبار سے فوقیت رکھتی ہے پھر [illegible] اجرت کا کہیں ذکر نہیں۔

بعض جرائد: کل جمعہ کو اعلیٰحضرت شہریار دکن کی بجائے بہ نماز جمعہ جامع مسجد دہلی میں خطبہ پڑھایا گیا [illegible] ریاست دہلی بعض اخبارات کو [illegible] بعنوان "[illegible] انگریزوں کا قبضہ" یہ خبر بھی شائع کی ہے [illegible] حکومت ہند [illegible] کی جگہ ایک انگریز وزیر مقرر کرنے والی ہے اب خدا جانے یہ طرفہ [illegible] قدرت [illegible] کے رکون و سکون پر ہم اپنی ذات کو مبارکباد دیں یا حضرت خلیفہ کو۔ مگر اسقدر اعتراض کیا ہی ہے کہ یاروں نے آخر اپنے مطلب کا آدمی ڈھونڈ نکالا [illegible] سے خدا مل جاتا ہے یہ تو خلیفہ ہے۔

یہ اعتراض بالکل لغو ہے کہ بالفعل انگریزوں کی نسبت خلافت [illegible] جب دیکھیے اسی کی طرف جھکتی ہے جو انگریزوں کے ماتحت ہیں۔ امید ہے کہ حکومت ہند کے دل میں اس خلافت سے کوئی وسوسہ پیدا نہ ہوگا اور مصطفیٰ کمال کا یہ طعنہ بھی بدستور [illegible] ہو جائیگا کہ ہندوستانی بھائیو بڑے وقت پر تم نے خلیفہ کی کیا مدد کی؟

دیکھیے خلافت کمیٹی بمبئی کا دفتر کب بلدۂ حیدرآباد میں اپنا مستقر قرار دیتا ہے کیا اسلئے کہ اس کمیٹی کی پرورش کرنی لازمی ہے جبکہ ایک امیر المومنین (امیدوار استقبال) تشریف فرما ہے۔

اور خلافت میں بجز [illegible] کے اور کوئی شرکت [illegible] نہیں [illegible] سکے۔